نبوت محمدی ﷺ کی آفاقیت: آغاز، اعلان وتعین

محمد یٰسین مظہر صدیقی*

ایک صحیح حدیث نبوی کے مطابق حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ کی نبوت کا آغاز روزِ ازل ہی میں ہوگیا تھا۔ جامع ترمذی کی حدیث شریف: ۹۔۳٦ کے مطابق ارشاد نبوی ﷺ کے مبارک الفاظ ہیں:

کنت نبیا و آدم بین الماء والطین۔ (میں اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے، یعنی جب انکی تخلیق کا خمیر اٹھا تھا۔)

بعض روایات واحادیث میں دوسرے الفاظ وتعبیرات بھی دسری سندوں سے مروی ہیں۔ مگر ان کا مفہوم و اطلاق یکساں ہے۔ محدثین وشارحین کرام نے ان تمام ارشدات عالیہ کا یہی مفہوم متعین کیا ہے کہ ارادۂ وعلم الٰہی میں نبوت محمدی اول روز سے متعین ہوچکی تھی۔ صحیح بخاری کی کتاب المناقب کے ''باب خاتم النبین'' کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے نبوتِ محمد کی آفاقیت سے متعلق ایک حدیث نقل کی ہے جو مذکورہ بالا حدیث ترمذی کی دوسری تعبیر ہے۔ حضرت عرباض بن ساریہؓ کی مرفوع حدیث کے الفاظ مبارکہ یہ ہیں: ''انی عبداللہ و خاتم النبین و ان آدم لمنجدل فی طینۃ۔'' امام بخاریؒ نے تاریخ میں اور امام احمد نے مسند میں اس کی روایت کی ہے۔(۱)

رسول اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت کے وجوب کا اولین مرحلہ علم و ارادۂ الٰہی نے طے کردیا تو دوسرا مرحلہ آیا۔ صوفیائے کرام اور دوسرے علماء باطن و عارفین حقیقت نے اسے نورِ محمدی، حقیقت محمدی، احمدی جیسی تعبیرات سے ظاہر کیا ہے۔ تکوینی امور و مظاہر کی منتقلی ارادۂ وعلم الٰہی سے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے ساتھ ان کی صلب مبارک میں بشکل نورِ محمدی ہوئی۔ صلب حضرت آدم علیہ السلام سے پشت در پشت انبیاء کرام کی اصلاب میں منتقل ہوتی ہوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پہنچی اور صلبِ ابراہیمی سے وہ حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کی صلب میں منتقل ہوئی اور ان سے یکے بعد دیگرے اجدادِ نبوی کو ودیعت ہوتی رہی تا آنکہ وہ والد ماجد جناب عبداللہ بن عبدالمطلب ہاشمی کی پشت سے والدۂ ماجدہ بی بی آمنہ بنت وھب زہری کے ''رحم مادر'' میں نور بن کر اتری۔ شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی (۹۷۱/۱۵٦۳۔۱۰۳۴/۱٦۲۴) اور شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۱۴/۱۷۰۳۔۱۱۷٦/۱۷٦۳) اور متعدد دوسرے

---

* سابق ڈائریکٹر، ادارہ علوم اسلامیہ، علی گڈھ مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ، انڈیا

صوفیائے کرام نے بہت مفصل اور مختلف مقامات پر گونا گوں سیاق وسباق میں حقیقت محمدی سے بحث کی ہے۔ ان عارفین حقیقت کا معارف حدیث میں بھی تبحر تھا جس کو تمام دنیا تسلیم کرتی ہے۔ بالخصوص شاہ صاحب تو عظیم ترین محدثوں میں بھی سرفہرست ہیں۔(۲)

حضرت مجدد اول الذکر حدیث ترمذی کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ''یہ بات باعتبار حقیقت احمدی کے تھی اور اس کا تعلق عالم امر سے ہے......اور وہ نبوت جس کا تعلق نشاۃ عنصری (مادہ کی پیدائش) سے ہے وہ صرف حقیقت محمدی کے اعتبار سے نہیں بلکہ دونوں حقیقتوں کے اعتبار سے ہے۔ اس مرتبہ میں عالم خلق اور عالم امر دوونوں شامل ہیں۔''(۳)

شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا یہ بہت پسندیدہ موضوع ہے۔ وہ بیشتر صوفیانہ اور فلسفیانہ رنگ میں اس کی تعبیر وتشریح متعدد کتب میں کرتے ہیں۔ سب سے زیادہ فیوض الحرمین کے مشاہدات: ۱۰، ۱۶، ۲۳، ۳۰ اور ۴۵ میں اس پر مفصل بحث کی ہے اور صرف مشاہدہ وکشف پر انحصار نہیں کیا ہے۔

حضرت شاہؒ کے نزدیک اصلاً حقیقت محمدیہ سے مراد اولین تخلیق الٰہی ہے۔ جس میں رسول اکرم ﷺ کی تخلیق و نبوت سرفہرست ہے۔ تفہیمات میں اسی کو اس طرح بیان کیا ہے کہ تمام اسماء کی معرفت بالآخر اسم اعظم پر جا کر منتہی ہوتی ہے اور وہ زبان شریعت ہے، زبان تصوف میں وہ حقیقت محمدیہ اور زبان اشراق میں وہ عقل اول ہے۔ اس موضوع پر حضرت شاہؒ کی بحثیں ایک الگ مقالہ کی متقاضی ہیں۔(۴)

عالم امر، تقدیر الٰہی اور نشاۃ روحانی وتکوینی کا معاملہ ہو یا کسی اور چیز کا حدیث صحیح سے نبوت محمدی ﷺ کے روزِ ازل کے وجوب کی شہادت بہم پہنچتی ہے اور نہ صرف نبوت ورسالت کی بلکہ خاتم النبیین کی بھی اور وہ آفاقی نبوت محمدی پر بھی دلیل ہے۔ منطقی طور سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا علم وامر اور تقدیر وتکوین میں ہر شے کی تخلیق ثابت تھی تو روز ازل سے نبوت محمدی ﷺ اور اس کی آفاقیت بھی ثابت تھی۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنی ان احادیث کریمہ میں اسی حقیقت امری کی وضاحت فرمائی ہے اور اسی کی شہادت تمام انبیاء کرام اپنی بشارتوں میں دیتے چلے آئے ہیں۔ ان مبشرات کو متعدد علماء وعارفین نے جمع کیا ہے۔ انبیائے کرام کی بشارت و پیشگوئی نبوتِ محمدی کی سب سے بڑی دلیل قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت وخوشخبری ہے۔(۵)

حضرت مجدد نے اس بشارت کا تعلق عالم امر اور کلمۃ اللہ سے جوڑا ہے، پیشرو انبیائے کرام کی عمومی شہادتوں اور خوش خبریوں کا پختہ معاملہ ہے کہ ان کا کلی انحصار یقینی علم وحی الٰہی پر ہی تھا، ان میں کسی طرح کا شک وشبہ کا شائبہ نہ تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا ایک خاص زوایہ یہ ہے کہ وہ اپنے بعد آنے والے نبی ﷺ گرامی کی آمد کی

خبر ہی نہیں دے رہے تھے بلکہ اس گرامی قدر نبی کا متعین نام بھی بتا رہے تھے۔ اس میں شخصیت کا بھی اثبات ہے اور عالم امری کا بھی۔ عام دوسرے الفاظ میں وہ نشاۃِ روحانی اور نشاۃ عنصری دونوں کی حقیقتوں کی جامع ہے۔ مفسرین نے بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تحقیق کی ہے۔(۶)

مبشرات نبوت محمدی ﷺ:

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کی مبشرات انبیاء سے زیادہ عام مبشرات کا چرچا رہا ہے، ان میں رسول اکرم ﷺ کی آفاقی نبوت و رسالت کی جہت زیادہ واضح و ثابت ہے کہ وہ ''نبی آخر الزمان'' کے آمد وظہور کو بتاتی ہیں۔ آخری زمانے کے نبی مکرم ﷺ سے واضح مراد یہ ہے کہ قیامت تک ان کے بعد اور کوئی نبی نہیں آئے گا اور وہ آخری نبی ہوں گے۔ اس کا اطلاقی پہلو یہ ہے کہ ''نبی آخر الزماں'' تمام انسانوں اور سارے جہانوں کے لیے نبی بنا کر مبعوث کیے جائیں گے اور ان کی دعوت وتعلیم، آخری، آفاقی اور ابدی ہوگی۔ اور وہ نہ صرف ایسی ہوگی بلکہ تمام لوگوں کی نجات اور سعادتِ دارین کی صرف وہی کفیل ہیں۔

نبی آخر الزماں کی آمد وظہور سے متعلق عظیم سیرت نگار ابن اسحاق (امام محمد بن اسحاق، ۸۰/۶۹۹، ۱۵۰/۷۶۷) نے بہت سی روایات اپنی کتاب سیرت میں جمع کر دی ہیں اور ان کا جامع ومہذب امام ابن ہشام، محمد عبدالملک بن ہشام، م ۲۱۸/۸۳۳) نے ان کو اپنی ،السیرۃ النبویۃ ،میں مہذب و مرتب کر کے سب کے لیے پوری طرح محفوظ کر دی ہے، یعنی محدثین وشارحین حدیث نے بھی ان تمام مبشرات نبوت کو اپنے اپنے ذرائع و رواۃ سے اپنی مختلف کتابوں میں جمع کیا ہے۔ متاخر اہل علم وقلم نے ان ہی سے ان مبشرات نبوت کو اپنی کتابوں میں اپنی صوابدید اور نقطہ ہائے نظر سے بیان کیا ہے۔(۷)

سیرت نگاروں میں بالخصوص ان اسحاق/ ابن ہشام نے عرب کے کاہنوں اور نجومیوں کی پیش گوئیوں کا بھی خاصا ذکر کیا ہے۔ اگر چہ ان کی مبشرات اور پیشگوئیاں علم یقینی پر مبنی نہیں تھیں اور وہ ان کے علم کہانت اور حساب نجوم اور قرائن پر مبنی تھیں تاہم ان کی ایک اہم عوامی حیثیت تھی کہ عوام الناس تو عوام کالانعام تھے ہی خواص بھی ان کا اعتبار ویقین کرتے تھے اور ان سے استناد بھی کرتے تھے۔ ان عوامی مبشرات میں بھی ''نبی آخر الزماں'' کی عمومی آمد و عام ظہور کے علاوہ خاص شخصیتِ محمدی کے حوالے سے بھی بشارتیں ملتی ہیں۔ ان کا تجزیہ اور تنقیدی مطالعہ بھی کیا گیا ہے اور ان میں سے بعض کا اثبات اور بعض کا انکار کیا گیا ہے۔ بہر حال وہ بھی ایک ذریعہ علم وآ گہی تھا۔

رسول اکرم ﷺ کی بعثت سے متعلق تمام روایات ومبشرات کو بنیادی طور سے دو خانوں میں تقسیم کیا جانا چاہیے۔ متعدد سیرت نگاروں، علماء کرام اور تجزیہ نویسوں نے ایسا کیا بھی ہے لیکن ان کی تجزیاتی وتنقیدی مطالعہ کو

بالعموم قبول عام نہیں ملا بہر کیف ایک قسم کی وہ مبشرات ہیں جو ایک نبی آخر الزماں کی آمد وظہور کو بتاتی ہیں اور ان کی صفات اور علامات کا ذکر کرتی ہیں۔ ان میں وہ تمام مبشرات انبیاء کرام شامل ہیں جن کا ذکر سابقہ کتب سماویہ کے حوالے سے متعدد سیرت نگاروں نے کیا ہے، ان ہی میں عرب کاہنوں اور نجومیوں وغیرہ کی پیشگوئیوں کو شامل کیا جاسکتا ہے۔ جو نبی آخر الزماں کے ظہور اور اس کی علامات کا ذکر کرتی ہیں۔

دوسری قسم کی وہ روایات و بشارات ہیں جو متعین طور پر حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ کی بعثت کا اظہار کرتی ہیں۔ ایسی روایات ومبشرات کا سلسلہ رسول اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت سے قبل شروع ہوجاتا ہے اور بعثت تک جاری رہتا ہے۔ مثلاً ولادت کی رات ایک یہودی کی پیش گوئی کہ آج رات رسول آخر الزماں کی ولادت ہوئی ہے اور مکہ میں اس رات پیدا ہونے والے بچے کی تلاش کی اس نے ہدایت دی اور لوگوں نے تلاش کیا تو حضرت محمد ﷺ کی ولادت کا پتہ چلا۔ اور آپ ﷺ کو رسول مان لیا گیا۔(۸)

بحیرا راہب، نسطورا راہب اور اس سے قبل و بعد رضاعت وتربیت اور سفر وحضر کے دوران کی جانے والے مبشرات اسی قبیل کی ہیں ان تمام مبشرات میں قطعی طور پر ثابت کیا جاتا ہے کہ حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ ہی وہ موعودہ رسول آخر الزمان ﷺ ہیں متعدد علماء ومحدثین نے ایسی روایات ومبشرات پر روایتی اور درایتی دونوں قسم کا نقد کر کے ان میں ضعف بلکہ وضع کی حقیقت کھولی ہے۔(۹)

تنقید وتجزیہ سے صحیح بات یہی ہے کہ اول الذکر قسم کی مبشرات و روایات قابل اعتبار ہیں اور ان کو تسلیم بھی کیا گیا ہے۔ ان میں کتب سماویہ سابقہ اور انبیائے کرام کی معتبر مبشرات ہیں جن کی تصدیق عقل ونقل کے علاوہ قرآن مجید سے بھی ہوتی ہے۔ وہ ایک آنے والے رسول آخر الزماں کے مبعوث ہونے کی عام مبشرات و پیشگوئیاں کرتی ہیں جن میں علامات وصفات اسمِ گرامی مذکور ہے وہ متعین طور سے حضرت محمد ﷺ کو مشخص کر کے رسول و نبی نہیں بتاتیں۔ ولادت سے بعثت تک ان کا عمومی انداز برقرار رہتا ہے اور کوئی شخص حتیٰ کہ خود رسول اکرم ﷺ یہ نہیں جانتے تھے کہ آپ ﷺ کو قرآن و کتاب، رسالت ونبوت سے سرفراز کیا جائے گا۔ قرآن مجید کی متعدد آیات کریمہ اس کی تصدیق کرتی ہیں۔ احادیث صحیحہ اور سیرتی روایات بھی اس نقطۂ نظر کی تائید وتوثیق کرتی ہیں۔ لہٰذا دوسری قسم کی روایات ومبشرات محض عقیدت مندی اور مبالغہ آمیز دلائل النبوہ کے حصے ہیں جو کسی طرح قابل اعتبار نہیں کیونکہ ان کو اگر صحیح مان لیا جائے تو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ ولادت کے معاً بعد سے بعثت تک بہت سے لوگ آپؐ کو بطور رسول پہچانتے تھے۔

آغاز واعلان بعثت نبوی ﷺ:

حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ کی بعثت کا اعلان دوشنبہ ۱۲/ربیع الاول ۴۱ عام الفیل کے دن ہوا تھا۔ جب آپ ﷺ متعدد سیرت نگاروں اور جمہور علماء ومحدثین کے مطابق اپنی عمر شریف کے چالیس سال پورے کر چکے تھے۔ اسی دن بلکہ اس دن کے اسی مبارک لمحہ میں خود رسول اکرم ﷺ کو اپنی رسالت ونبوت کا علم حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے ہوا تھا۔ دوسروں کو نبوت ورسالتِ محمدی کا علم ویقین آپ ﷺ کے اعلانِ شہادت سے ہوا تھا۔ جب آپ ﷺ نے دعوت حق ان کو دی اور اس دعوت حق کو قبول کرنے کا آغاز ہی اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد ﷺ کو اللہ کا رسول تسلیم کر لینے اور صدق دل سے مان لینے سے ہوتا تھا۔ (۱۰)

یہ دراصل عالم امر سے عالم خلق میں، لاہوت سے ناسوت میں اور نشاۃ روحانی سے نشاۃ خلقی میں ہویدا ہونے کا معاملہ تھا۔ علم وتقدیر اور ارادۂ الٰہی سے نبوت ورحمۃ للعالمینی محمد ﷺ اچھل کر عالم خلق میں ایک حقیقت واقعہ بن کر ثابت اور ظاہر بن گئی تھی۔ رسول اکرم ﷺ نے اس کی مثال ایک عمارت جمیل سے دی ہے جو ہر طرح سے مکمل وکامل اور خوبصورت وحسین اور رونق افروز تھی، صرف اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی۔ لوگ اسے دیکھتے تو اس حسن وجمال اور رفعت وکمال کو سراہتے تھے مگر خالی جگہ دیکھ کر حیرت کرتے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ اینٹ میں ہوں جس نے عمارت نبوت کو کامل کر کے اس کا حسن وکمال پورا کر دیا اور نقص دور کر دیا۔ اس مثالِ نبوی میں رسول اکرم ﷺ کی نبوت اور رسالت اور اس کا ذریعہ ادارۂ نبوت کی تکمیل وکمال کا ہی ثبوت نہیں ہے بلکہ اس سے آپ ﷺ خاتم النبیین ہونے اور ادارۂ نبوت ورسالت کے تمام ہونے اور آپ ﷺ کے ساتھ اس پر ختم ہونے کا بھی اعلان ہے۔ ظاہر ہے کہ اس آخری اینٹ کی جگہ پر کرنے کے بعد اب عمارت کی تکمیل کا کوئی اور موقع نہ رہا نہ امکان، لہٰذا ادارہ نبوت بھی بند ہوا تو رسول اکرم ﷺ خاتم النبیین بن گئے اور آپ ﷺ کی نبوت آفاقی بن گئی۔ کہ تا قیام قیامت جاری رہے گی۔ (۱۱)

نبوت محمدی ﷺ کی آفاقیت کے شواہد:

اگرچہ نبوتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰت والتسلیمات کی آفاقیت پر مذکورہ بالا روایات ومبشرات واحادیث میں متعدد حوالے دیے جا چکے ہیں اور ان کے ساتھ منطقی اور عقلی توجیہات بھی کی جا چکی ہیں۔ لیکن ناقدین کہہ سکتے ہیں کہ آفاقیت کے نقطہ آغاز کی بیّن شہادت کیا ہے اور وہ کس زمانے یا مرحلے کی ہیں۔ کیونکہ کم از کم احادیث بخاری مذکورہ بالا تو مدنی دور میں اعلان کا تعین کرتی۔ دوسری مبشرات وروایات اور دلائل تو نبوت محمدی کی دلیل فراہم کرتے اور شہادت بھی قائم کرتے ہیں مگر آفاقیت کا معاملہ خالص استنباط واستدلال پر مبنی نظر آتا ہے۔ وہ صاحبانِ ایمان کو تو

مطمئن کرسکتا ہے مگر اہل نقد ونظر کے اطمینان کے لیے کیا شاہد ہے؟

سب سے بڑی قرآن مجید کی شہادت ہے جو مکی سورتوں میں بھی ہے اور مدنی سورتوں میں بھی ہے۔ پہلے ان آیت کریمہ کی تاریخی ترتیب اور زمانی توقیت کے ساتھ شہادت پیش کی جاتی ہے، پھر ان کا تجزیہ وتحلیل کرکے ان سے نتائج اخذ کیے جائیں گے۔

۱-سورہ سباء: ۲۸: ''وما ارسلنک الا کافة اللناس بشیراً و نذیرا ولکن اکثر الناس لایعلمون.''

''اور (اے نبی) ہم نے تم کو تمام ہی انسانوں کے لیے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں۔''

مولانا مودودیؒ نے آیت کریمہ کا ترجمہ اس کا حاشیہ ۴۷ لکھا ہے: ''یعنی تم صرف اسی شہر یا اسی ملک یا اسی زمانے کے لیے نہیں بلکہ تمام دنیا کے انسانوں کے لیے اور ہمیشہ کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے ہو۔'' مولانا موصوف اسی ضمن میں دوسری آیات کریمہ میں بھی اپنے مزید تبصرہ وتحشیہ کے ساتھ نقل کی ہیں: ''یہ بات کہ نبی ﷺ صرف اپنے ملک یا اپنے زمانہ کے لیے نہیں بلکہ قیامت تک پوری نوعِ بشری کے لیے مبعوث فرمائے گئے ہیں۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً:

''وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَذَا الْقُرآنُ لأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ.'' الانعام: ۱۹

''اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے کہ تا کہ اس کے ذریعہ سے میں تم کو متنبہ کروں اور ہر اس شخص کو جسے یہ پہنچے۔''

''قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّىْ رَسُولُ اللّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيْعاً ''(الاعراف: ۱۵۸)

اے نبی کہہ دو کہ اے انسانو، میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

''وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ '' (الانبیاء: ۱۰۷)

اور اے نبی! ہم نے نہیں بھیجا تم کو مگر تمام جہان والوں کے لیے رحمت کے طور پر۔

''تَبَارَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْراً''(الفرقان:۱)

بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تا کہ وہ تمام جہان والوں کے لیے متنبہ کرنے والا ہو۔

اتفاق سے مولانا موصوف نے وہ تمام آیات کریمہ ہی اس مقام پر بیان کی ہیں جو سب کی سب مکی آیات ہیں اگر چہ مزید تفصیل وتحقیق کی ضرورت نہیں رہتی کہ نبوتِ محمدی ﷺ کی آفاقیت وابدیت کا ظاہر وباہر اعلان مکی دور میں ہوگیا تھا۔ نکتہ چینوں کی تسکین خاطر یہ تحقیق بھی پیش کی جارہی ہے کہ اس اعلانِ آفاقیت کا اولین مرحلہ رسول اکرم

ﷺ کی دعوت کا اولین عہد تھا اور وہ مسلسل مکی عہد کے دورِ اوسط/ متوسط اور دورِ آخر میں مختلف مراحل میں کیا جاتا رہا کہ یہ سورتیں ان ہی مکی مراحل کی ہیں۔

سورۂ سبا کے زمانہ نزول کے بارے میں مولانا موصوف نے لکھا ہے کہ:

اس کے نزول کا زمانہ کسی معتبر روایت سے معلوم نہیں ہوتا البتہ اندازِ بیان سے محسوس ہوتا ہے ہ یا تو وہ مکہ کا دورمتوسط ہے یا دورِ اول۔ اور اگر دورِ متوسط ہے تو غالبًا اس کا ابتدائی زمانہ ہے جبکہ ظلم وستم کی شدت شروع نہ ہوئی تھی اور ابھی صرف تضحیک واستہزاء، افواہی جنگ، جھوٹے الزامات اور وسوسہ اندازیوں سے اسلام کی تحریک کو دبانے کی کوشش کی جارہی تھی۔ (۱۲)

سورۃ الفرقان کے زمانہ نزول پر شذرہ مودودی ہے۔: ''اندازِ بیان اور مضامین پر غور کرنے سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ اس کا زمانہ نزول بھی وہی ہے جو سورہ مومنون وغیرہ کا ہے، یعنی زمانۂ قیام مکہ کا دورِ متوسط، ابن جریر اور امام رازی نے ضحاک بن مزاحم اور مقاتل بن سلیمان کی یہ روایت نقل کی ہے کہ یہ سورت سورۂ نساء سے ۸ سال پہلے اتری تھی۔ اس حساب سے اس دور کو بھی اس کا زمانہ نزول وہی دورِ متوسط قرار پاتا ہے۔ (۱۳)

متعدد دوسرے اردو - انگریزی مترجمین اور عظیم مفسرین کرام نے ان تمام آیات کریمہ کے زمانہ نزول کو اپنی اپنی صوابدید سے مقرر کیا ہے اور بعض نے ان کی صحیح تعیین کی ضرورت نہیں محسوس کی کیونکہ بہر حال وہ مکی دور کی آیات کریمہ ثابت ومسلم ہیں۔

مکی واقعات وآیات کی اطلاقی شہادت:

مکی سورتوں کی متعدد آیات کریمہ نے نبوت محمدی کی اطلاقی شہادت بھی فراہم کی تھی جیسے کہ بعض واقعات دعوت نے کی تھی۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے مکی دور میں مختلف انسانوں کو جن میں ملکی اور بین الاقوامی افراد وطبقات شامل تھے، اسلام ودین حق کی طرف یا تو خود بلایا، یا فطرت الٰہی کی کارسازیوں نے نبوت وپیغام محمدی کی طرف ان کو متوجہ کر کے۔ رسالت ونبوت محمدی پر ایمان لانے اور آخری دین حق قبول کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ ان میں مکہ مکرمہ میں آباد غیر ملکی جیسے عداس نصرانی اور بلال حبشی جیسے عظیم افراد تھے یا حبشیوں، نصرانیوں اور دوسرے غیر عربوں کے طبقات بھی شامل تھے۔ واقعاتِ سیرت طیبہ میں ہجرت حبشہ کے تاریخ ساز اور بین الاقوامی واقعہ نے رسول اکرم ﷺ کی آفاقی رسالت پر واقعاتی مہر تصدیق ثبت کردی۔

شاہِ حبشہ کے دربار میں حضرت نجاشی اصحمہ اور ان کے بعض رفقاء ومویدین نے بالخصوص اور متعدد افراد و جماعات نے اسلام وایمان قبول کر کے مزید تصدیق کی۔ حبشہ کی ہجرت اور غیر ملک میں مسلم مہاجرین کی سکونت نے

اسلام کی بین الاقوامی حیثیت اور نبوت محمدی کی آفاقیت جس طرح ثابت کی تھی ابھی تک اس کا صحیح تجزیہ ذرا کم کیا گیا ہے۔ ہمارے متعدد روایت پرست علماء اور سیرت نگاروں نے تو حضرت نجاشیؓ کے قبول ایمان کا معاملہ ہی تنازعہ بنادیا ہے۔(۱۴)

ان واقعاتی شواہد سے زیادہ یقین بخش وہ قبول اسلام کے واقعات ہیں جن کے مطابق عرب وعجم کے افراد و طبقات نے مبشرات سننے کے بعد رسالت ونبوت محمدی کی واقعیت دیکھی تو اسلام لے آئے۔ ان میں بلاتردد ایمان قبول کرنے والے حضرت صدیق اکبرؓ تھے۔ ان کے سامنے رسول اکرم ﷺ کی پوری زندگی اور تمام تر سیرت نبوی آئینہ تھی اور جسے قرآن کریم نے ایک واقعاتی دلیل نبوت بنایا ہے۔

حضرات طلحہ بن عبیداللہ تیمی اور ان کے رفقائے تجارت اور دوسرے عربوں نے شام کے مختلف امصار میں نبی آخرالزماں کے ظہور کی خبر سن کر وطن واپسی میں جلدی کی تھی تاکہ سعادتِ سبقت وبختِ اولیت سے محرومی نہ ہو۔ شجر و حجر کی تسلیم اور جانوروں کی شہادت نے بھی متعدد کو فیضیاب کیا تھا جن میں حضرت عمر فاروقؓ جیسا عظیم وجلیل مردکار بھی تھا اور جن کے قبول اسلام کے لیے بنفس نفیس رحمۃ للعالمین نے دعا کی تھی۔ ان میں شاید سب سے اہم اور نمایاں واقعہ حضرت سلمان فارسیؓ کے قبول اسلام کا ہے۔ اگرچہ اس کا اظہار واطلاق ذرا بعد کا ہے تاہم انہوں نے بعثت نبوی کے قریب بلکہ کافی پہلے مبشرات نبی آخرالزماں سنیں تو تلاش حق اور جستجوئے رسول میں در در کی ٹھوکریں کھاتے بالآخر عرب پہنچے اور مکروفریب کے ہاتھوں غلامی کے اسیر ہوئے تاہم اسی عالم میں آفاقی نبوت ورسالت محمدی کو قبول کرکے مفتخر ہوئے۔(۱۵)

مدنی آیات کریمہ میں توسیع وتصدیق:

قرآن کریم کی مکی آیات میں رسول اکرم ﷺ کی نبوت ورسالت کی آفاقیت کا ذکر جمیل کیا گیا ہے۔ اس کی تصدیق مدنی آیات سے بھی ہوتی ہیں۔ مدنی آیات کریمہ میں حقیقت محمدی اور رسالت احمدی ﷺ کی عالمگیر حیثیت کا ذکر خیر پہلی بار نہیں کیا جارہا ہے بلکہ وہ مکی آیات کریمہ کی توسیع ہی کہی جاسکتی ہے۔ متعدد مدنی آیات کریمہ میں رسول اکرم ﷺ کی آفاقی نبوت ورسالت کا ذکر جلیل عمومی انداز میں پایا جاتا ہے۔ ان میں تمام انسانوں کو مخاطب کرکے ان کے پاس رسول اکرم ﷺ کو دعوت حق کے ساتھ بھیجنے کا ذکر ہے جیسے سورہ نساء، ۱۷۰ میں ہے۔ یا ایھا الناس قدجاء کم الرسول بالحق من ربکم ، یارسول اکرم ﷺ کو مخاطب فرما کر ارشاد کیا گیا ہے کہ آپ کو تمام لوگوں کیلیے رسول بنا کر بھیجا ہے جیسے کہ اسی سورہ کی آیت کریمہ ۷۹ میں ہے: ''وارسلنک للناس رسولا'' ایسی آیات کریمہ میں انسانوں اورلوگوں کے پاس رسول بنا کر بھیجنے کا مطلب ہی یہی ہے کہ آپؐ سب کے لیے رسول

تھے۔متعدد مترجمین اور مفسرین نے اس معنی کی وضاحت کی ہے۔مولانا عبدالماجد دریابادیؒ موخر الذکر آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہاں صاف للناس فرمایا ہے، للعرب نہیں فرمایا۔ خاتم النبین کے پیام کی عالمگیری پر دوسری آیات کے علاوہ یہ آیت بھی ایک نص قاطع ہے۔''(۱۶)

ایک اور قرآنی اسلوب اس بارے میں یہ پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ دے کر اس لیے بھیجا کہ ان کو تمام دینوں پر غالب فرمائے جیسا کہ سورہ فتح: ۲۸ میں ہے:'' هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دين الحق ليظهره على الدين كله ......'' بالکل انہی الفاظ میں سورہ صف کی آیت کریمہ: ۹ ہے، ایسی دوسری آیات کریمہ بھی ہیں اور ان سب کا مفہوم ومعنی یہ ہے کہ دین محمدی کو سب پر غالب کر دیا جائے گا۔

اس اسلوب واظہار میں نبوت محمدی کی آفاقیت، عالمگیری، ہمہ جہتی، غلبہ وتفوق کا اثبات کیا گیا ہے۔ اگرچہ وہ براہ راست عالمگیریت کا اظہار نہیں ہے۔(۱۷)

غالباً مدنی آیت کریمہ میں نبوت و رسالت محمدی کی آفاقیت و ہمہ گیری کا سب سے اہم اور نمائندہ اظہار سورۃ الاحزاب ۴۰ میں ہے۔اس میں ایک خاص سیاق وسباق میں پہلے یہ حقیقت بیان کی گئی کہ حضرت محمد ﷺ مردوں میں سے کسی شخص کے باپ نہیں، پھر واضح کیا گیا کہ آپ اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں:'' مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ......'' اس بیان میں رسول اکرم ﷺ کی اصل و خاص فضیلت کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ رسول اور تمام انبیاء کے خاتم ہیں اور وہ ایسی فضیلت وخصوصیت ہے جس میں آپ ﷺ کا کوئی شریک وسہیم نہیں۔حتیٰ کہ پیش رو انبیاء کرام اور رسولانِ عظام بھی اپنی تمام تر صفات نبوت و رسالت کے باوجود ختم نبوت کے بلند ترین منصب سے بہرمند نہ تھے۔(۱۸)

احادیث نبوی کی شہادت:

وحی الٰہی کی دوسری شکل ''حدیث شریف'' نے قرآنی وحی کی تائید وتصدیق کے علاوہ اس باب میں تفصیل و تشریح کی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے مختلف مواقع، احول، ادوار وعہود میں بہت واضح انداز میں بیان فرمایا کہ آپ ﷺ تمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے۔نبوت ورسالت کی آفاقیت کا یہ مضمون بہت سی احادیث صحیحہ میں موجود ہے، جو بیشتر کتب معتبرہ جن کو صحاح کہا جاتا ہے، موجود ومحفوظ ہے۔ان میں صحیحین بخاری ومسلم کے علاوہ مسند احمد بن حنبل اور تمام دوسری کتب حدیث شامل ہیں۔ مولانا مودودی وغیرہ متعدد مترجمین ومفسرین نے ان احادیث صحیحہ کا ذکر اور ان پر مختصر بحث کی ہے۔ان میں سے چند احادیث کا ذکر ذیل میں دیا جارہا ہے تاکہ وحی الٰہی پر دوسرے سرچشمہ کی تائید بھی مل جائے۔

حالانکہ اس سے قبل بھی متعدد احادیث کا ذکر اوپر کی بحثوں میں آچکا ہے۔

بخاری و مسلم کی ایک حدیث ہے :''و كان النبی يبعث الی قومه خاصة و بعثت الی الناس عامة'' پہلے نبی صرف اپنی خاص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں تمام انسانوں/ لوگوں کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں)۔ یہ حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے۔

اسی کی دوسری توسیع وشکل مسند احمد بن حنبل میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے:

''اما انا فارسلت الی الناس كلهم عامة و كان من قبلی انما يرسل الیٰ قومه'' (میں تو تمام لوگوں کی طرف عام فرستادہ بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ جبکہ مجھ سے پہلے تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کی طرف بطور خاص بھیجے جاتے تھے)

مسند احمد میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی ایک حدیث انسانوں کی تفصیل بیان کرتی ہے۔

بعثت الی الاحمر و الاسود (میں گوروں اور کالوں، سب کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں)

اسی طرح ختم نبوت سے متعلق احادیث شریفہ بہت سی ہیں جیسے:

"بعثت انا و الساعة كماتين يعنی اصبعين " بخاری و مسلم
''وانی خاتم النبين لانبی بعدی ......''بخاری ومسلم
''فانا اللبنة وانا خاتم النبين ......'' بخاری و مسلم
''فانا موضع اللبنه جئت ختمت الانبياء ......'' مسلم
''و ختم بی النبيون ......'' مسلم ترمذی، نسائی
''و انا خاتم النبين والا فخر ......'' دارمی (سنن) (۱۹)

عالم جنات میں نبوتِ محمدی ﷺ:

کئی مکی آیات کریمہ اور احادیث شریفہ میں عالم انس وجن میں رسولوں کی تشریف آوری کا ذکر عزیز ملتا ہے۔

قرآن کریم کا واضح بیان ہے کہ وہ رسول ان کو آیاتِ الٰہی سناتے، یوم آخرت سے باخبر کرتے اور دعوت حق و اسلامی دیتے تھے۔

سورۂ انعام-۱۳۰ کی ایسی ہی ایک عام معانی اور وسیع جہات کی آیت کریمہ ہے:

يمعشر الجن والانس الم يا تكم رسل منكم يقصون عليكم ايتی و ينذرونكم لقاء يومكم هذا، قالو ا شهدنا علیٰ انفسناء ...... الخ

اے گروہ جن وانس، کیا تمہارے پاس خود تم ہی میں سے وہ نہیں آئے تھے جو تم کو میری آیات سناتے تھے اوراس دن کے انجام سے ڈراتے تھے؟ وہ کہیں گے'' ہاں ہم اپنے خلاف خود گواہی دیتے ہیں۔

ایسی اور آیات عمومی بھی پائی جاتی ہیں جن میں جنات کے درمیان رسولوں کی بعثت و دعوت کا ذکر ہے جیسے سورۂ رحمٰن ۵۵، زاریات ۵۲ وغیرہ۔

نبوت و رسالت محمدی کے حوالے سے کئی مکی آیات کریمہ بھی مختلف سورتوں میں ملتی ہیں۔ ان میں سے ایک اہم ترین سورۂ احقاف: ۲۹ ہے:

و اذ صرفنا الیک نفرامن الجن یستمعون القرآن فلما حضروہ قالوا انصتوا فلما قضی ولوا الیٰ قومھم منذرین.

اور وہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے جب ہم جنوں کے ایک گروہ کو آپ کی طرف لے آئے تھے تاکہ قرآن سنین۔ ۳۳، جب وہ اس جگہ پہنچے جہاں تم قرآن پڑھ رہے تھے تو انہوں نے آپس میں کہا کہ خاموش ہو جاؤ۔ پھر جب وہ قرآن پڑھا جا چکا تو وہ چلے گئے خبردار کرنے والے بن کر اپنی قوم کی طرف پلٹے۔

اس سورۃ کی اگلی آیات کریمہ: ۳۰۔۳۲ میں ان جناتی خبردار کرنے والوں کو دعوتِ محمدی اور نبوت محمدی ﷺ قبول کرنے کی اپنی قوم کو دعوت دینے کا ذکر ہے۔ اور اس کو مسترد کرنے کے عواقب سے آگاہ کرنے اور مان لینے کے انعامات سے بہرمندی کا بھی ذکر ہے۔ قدیم و جدید مفسرین و شارحین کا بیان ہے کہ ان آیات کریمہ کا نزول زمانہ سنہ ۱۰ نبوی ہے جبکہ رسول اکرم ﷺ اپنے دعوتی سفر طائف سے واپسی پر مقام نخلہ میں قیام پذیر تھے اور وہاں رات کی یا صبح / فجر کی نماز میں قرآن کریم کی تلاوت اپنی نبوی سوزمند آواز سے فرما رہے تھے، تب قدرت الٰہی سے ایک گروہ جنات نے تلاوت نبوی سنی اور خود ایمان لے آئے اور اپنی قوم کو واپس ایمان لانے کی دعوت بھی دی۔

بقول مولانا مودودی، اس کے ساتھ تمام روایات اس بات پر بھی متفق ہیں کہ اس موقع پر جن حضور ﷺ کے سامنے نہیں آئے تھے، نہ آپ نے ان کی آمد کو محسوس فرمایا تھا بلکہ بعد میں اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے آپ کو ان کے آنے اور قرآن سننے کی خبر دی۔'' لیکن مولانا محترم سمیت دوسرے تمام مفسرین کو بھی اس کا اعتراف ہے کہ وہ گروہ جن آپ رسولِ اکرم ﷺ پر بھی ایمان لے آیا تھا۔ (۲۰)

ایک پوری سورۃ جن قرآن مجید کے انتیسویں پارے میں ہے اور اس میں جنات کے نبوتِ محمدی پر ایمان لانے کے واقعہ کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

﴿قل اوحی الی انه استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرآنا عجبا. یھدی الی الرشد فاٰمنا به. و لن نشرک بربنا احدا﴾

''اے نبی، کہو میری طرف وحی بھیجی گئی ہے کہ جنوں کے ایک گروہ نے غور سے سنا پھر (جا کر اپنی قوم کے

لوگوں سے کہا) ہم نے ایک بڑا ہی عجیب قرآن سنا ہے جو راہ راست کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں اور اب ہم ہرگز اپنے رب کے ساتھ نہیں کسی کو شریک نہیں کریں گے۔

مولانا مودودی نے بخاری اور مسلم میں مذکور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے۔ ''رسول اللہ ﷺ چند اصحاب کے ساتھ بازار عکاظ تشریف لے جارہے تھے۔ راستے میں نخلہ کے مقام پر آپ نے صبح کی نماز پڑھائی، اسی وقت جنوں کا ایک گروہ ادھر سے گزر رہا تھا۔ تلاوت کی آواز سن کر وہ ٹھہر گیا اور غور سے قرآن سنتا رہا۔ اسی واقعہ کا ذکر اس سورہ میں کیا گیا ہے؛ بقول مولانا موصوف اکثر مفسرین اس روایت کی بنا پر یہ سمجھے ہیں کہ یہ حضور ﷺ کا مشہور سفرِ طائف کا واقعہ ہے جو ہجرت سے پہلے ۱۰ نبوی میں پیش آیا تھا۔ لیکن یہ قیاس متعدد وجوہ سے صحیح نہیں ہے۔ مولانا موصوف نے سورۂ احقاف: ۲۹-۳۲ میں مذکور واقعہ کو ان وجوہ سے دوسرا اور بعد کا قرار دیا ہے یعنی سفرِ طائف کا زمانہ کا اور سورۂ جن کا واقعہ اس سورۃ کی آیات: ۸۔۱۰ پر غور کرنے سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ نبوت کے ابتدائی دور کا واقعہ ہی ہوسکتا ہے۔'' (۲۱)

اگرچہ سورۂ احقاف: ۲۹۔۳۲ کے بارے میں صراحت سے اور سورۂ جن کی آیات کریمہ کے بارے میں مضمر طور پر سے مولانا موصوف سمیت بیشتر بلکہ تمام مفسرین نے رسول اکرم ﷺ سے ان دونوں مواقع پر ملاقات، سماعت، دعوت وقبولیت کا ذکر نہیں کیا۔ تاہم دوسری معتبر روایات سے ان کو معلوم ہوتا ہے کہ ''اس کے بعد جنوں کے پے درپے وفود نبی ﷺ کے پاس حاضر ہونے لگے اور آپ ﷺ سے ان کی رودررو ملاقاتیں رہیں۔ اس بارے میں جو روایات کتب حدیث میں منقول ہوئی ہیں ان کو جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہیکہ ہجرت سے پہلے مکہ معظّمہ میں کم از کم چھ وفد آئے تھے۔ مولانا مودودی نے ان میں کم از کم تین وفود کی روایات نقل کی ہیں۔ اور وہ تینوں کی تینوں عظیم مکی صحابی اور ماہر قاری قرآن حضرت عبداللہ بن مسعود ہذلیؓ کی سند پر مبنی ہیں۔ ان تینوں میں حضرت ابن مسعود حضرت رسول اکرم ﷺ کے ساتھ وفودِ جن کی حاضری کے موقع پر موجود تھے اور رسول اکرم ﷺ کی ان کی مکی احادیث کے عینی شاہد راوی بھی تھے۔

۱۔ مسلم، مسند احمد، ترمذی اور ابو داؤد کی روایات واحادیث کی بنا پر اولین روایت یہ نقل کی ہے کہ رسول اکرم نے ایک وفدِ جنّ کی دعوت پر ان کے ساتھ جاکر حراء کے قریب جنّات کے ایک گروہ کو قرآن سنایا تھا۔

دوسرے موقع پر رسول اکرم ﷺ نے مکہ میں صحابہ کرام کو جنات سے ملاقات کرنے کی دعوت دی تو صحابہ تیار ہوگئے، مکہ کے بالائی حصہ میں، ایک جگہ حضور ﷺ نے لکیر کھینچ کر حضرت ابن مسعودؓ کو آگے بڑھنے سے روک دیا اور آپ ﷺ آگے تشریف لے گئے اور کھڑے ہوکر قرآن پڑھنا شروع کردیا۔ حضرت ابن مسعودؓ کا بیان ہے کہ

میں نے دیکھا کہ بہت سے اشخاص موجود ہیں جنھوں نے آپ کو گھیر رکھا ہے اور وہ میرے اور آپ کے درمیان حائل ہیں۔" (۲۲)

۳۔ مکہ معظّمہ کے مقام حجون پر رسول اکرم ﷺ کے ساتھ حضرت ابن مسعودؓ تھے جہاں آپ ﷺ نے جنوں کے ایک مقدمہ کا فیصلہ فرمایا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے ان کو دیکھا تھا اور برسوں بعد کوفہ کے جاٹوں کو دیکھ کر حجون کے جنات کو ان سے مشابہہ پایا تھا۔ (۲۳)

ان تمام روایات و احادیث اور ان سے زیادہ قرآنی آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت پر مکہ معظّمہ کے ابتدائی دور سے جس طرح انسانی گروہ اور طبقات ایمان لائے تھے اسی طرح جنوں کے افراد و جماعات نے بھی اسے تسلیم کیا تھا۔ عالم بشری میں نبوت محمدی کی آفاقیت و ابدیت سے بڑھ کر عالم جنات میں بھی وہ وسیع اور مقبول ہوگئی تھی اور اس طرح آپ عالم انس و جان دونوں کے رسول مکرم بن گئے تھے۔ ان کے ایمان لانے کی حقیقت اور آپ کی دعوت و تبلیغ دونوں اس کے شاہد ہیں۔

مختصر تجزیہ:

روزِ آفرینش میں سیدھا سادہ امر و خلق الٰہی کا معاملہ تھا جسے اصطلاحات نے خاصا پیچیدہ مسئلہ بنا دیا۔ علم و ارادۂ الٰہی میں تمام مخلوقات اور دوسری بے شمار چیزوں کا تصور، تصویر اور تخلیق موجود تھی تو ساری چیزوں کی تقدیر بھی اسی لمحہ سے وابستہ تھی۔ رسول اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت اور اس کی آفاقیت و عالمگیری بھی اسی امر و خلق الٰہی کے اولین لمحہ میں واجب ہوگئی تھی۔ جس طرح دوسرے انبیاء کرام کی نبوت و رسالت واجب ہوچکی تھی یا ان سے کہیں فروتر انسانوں اور چیزوں کی تقدیر و تخلیق واجب ہوچکی تھی۔

حدیث نبوی کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی مٹی اور پانی کے درمیان یا ان کا خمیر کے بیچ تھے جب نبوت و خاتم النبینی واجب ہوچکی تھی اسی کی ایک تعبیر ہے۔ صوفیانہ تشریحات، فلسفیانہ تعبیرات اور دوسری ماورائی تحقیقات سے زیادہ "انسان ظالم" کی چیرہ دستیاں اور نارسائیاں، کم فہمی کی ذمہ دار ہیں۔ حضرت آدم علیہ سلام سے نبی بہ نبی اور رسول بہ رسول نورِ احمدی/ حقیقتِ محمدی کی منتقلی کی تعبیر عالم امر سے عالم تخلیق کی طرف مرحلہ وار تقدیر و تدبیر الٰہی کی سلسلہ درازی ہے اور جب مرحلۂ تخلیق و نشاۃ عنصری کا وقت آیا تو حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ ظہور قدسی بن کر آگئے۔

انبیاء کرام، رسولانِ عظام اور دوسرے ماہرین فنون نے جس طرح سلسلۂ انبیاء و رسل کی درازی کا ادراک کر لیا تھا اور اسی طرح ان کو رسول آخر الزماں اور خاتم النبین کی آمد و ظہور کا علم و احساس تھا اور وہ اس کی اپنے اپنے

زمانے میں بشارت دیتے آئے تھے۔

دعائے ابراہیمی صرف دعائے محض نہ تھی وہ قبولیت حق کا وجوب بھی رکھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنے خلیل کی دعا قبول کرے، بلدِ حرام میں رسول مبعوث کرے گا۔ کعبہ کے شہر اور بیت اللہ کے حلقہ میں رسولِ معظم کی بعثت بھی ان کی خاتم النبیین کی ایک علامت تھی کہ اس سے بہتر اور کون سا مقام ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہا السلام اور دوسرے انبیائے کرام کی بشارات بھی اسی معنی کی تھیں۔ وہ علامات پیغمبر رسول آخر الزماں اور آخری نبی کی تھیں۔

نبوی مبشرات اور کتب الٰہی اور صحف ربانی میں محفوظ و مامون بشارات کی مانند کاہنوں اور نجومیوں کی بشارات -علم یقینی - وحی الٰہی - پر مبنی نہ تھیں تاہم ان کی فنکارانہ مبشرات میں وہ قریب قریب حتمی تھیں جن میں رسول آخر الزماں کی بعثت کی خبر دی گئی تھی کہ بہر حال وہ اخبارِ غیب اور علاماتِ کائنات پر مبنی تھیں۔ یہی عام مبشرات کہانت ونجوم قابل اعتبار ہیں اور سب نے ان کو مانا ہے لیکن وہ تمام بشارات جو بعثت نبوی سے قبل حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ کو متعین کر کے ان کی ذات کو بچپن بلکہ روز ولادت سے وقتاً فوقتاً نبی آخر الزماں اور رسول خاتم قرار دیتی ہیں بالکل صحیح نہیں ہیں، خواہ ان کی کتنی "سندیں ہی جید ہوں" کہ کوئی بھی حتیٰ کہ ذات نبوی بھی اس حقیقت سے آگاہ نہ تھے۔

بعثت محمدی کا آغاز ۱۲ ربیع الاول عام الفیل بروز دوشنبہ ہوا۔ جب رسول اکرم ﷺ چالیس سال پورے کر چکے تھے۔ آپ ﷺ کو خود بھی اپنی بعثت، نبوت اور رسالت کا علم وحی الٰہی کے ذریعہ ہوا جو فرشتۂ وحی حضرت جبرائیل علیہ السلام لائے تھے۔ تمام دوسرے انبیاء کرام اور ربانی رسولوں کی مانند حضرت محمد ﷺ کو اولین لمحۂ خبری سے اپنی رسالت کا یقین تھا اور اس میں ذرا شک نہ تھا۔ دوسروں کی تصدیق و تائید اور تسلی وتشفی صرف اس امرِ عظیم کا نزول کے پیدا کردہ خوف و دہشت کو دور کرنے کی خاطر تھی جس سے کوہ گراں تک شق ہو جائیں۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنی بعثت کے معاً بعد اعلان عام فرمادیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول عظیم الشان ہیں، وحی الٰہی - قرآن و حدیث - دونوں نے مل کر اس اعلانِ نبوی کی مسلسل اور مکمل تائید و تصدیق کی اور جن کو توفیق ملی انہوں نے تسلیم کر لیا۔

اہل کتاب اور ان کے علماء اور دوسرے منکرین بھی بالعموم رسول اکرم ﷺ کو رسول حق سمجھتے تھے اور اپنے فرزندوں کی طرف پہچانتے بھی تھے۔ (۲۴)

عالم امر کے اولین مرحلہ میں جس طرح رسول اکرم ﷺ اپنی نبوت و رسالت کے وجوب کو جانتے تھے اسی طرح عالم خلق میں بھی اس سے واقف تھے اور اسی طرح اپنی رسالت کی عالمگیری، آفاقیت کو بھی جانتے تھے اور یہ بھی یقین رکھتے تھے کہ اب کوئی اور نبی قیامت تک نہیں آئے گا۔ رسول اکرم ﷺ کی تصدیق کرنے والے اور رسالت

محمدی کا متعصّبانہ انکار کرنے والے بھی اس حقیقت سے واقف ہیں کہ رسول اعظم اور خاتم النبین کے واضح اعلانات کہ میں تمام انسانوں کے لیے، تمام کالوں گوروں کے لیے، تمام عرب وعجم کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں۔ اسی علم و یقین محمدی ﷺ کا اعلان واظہار تھا اور ان کی بالواسطہ اور راست تصدیق محفوظ ومعلوم بشارات سابقہ کر رہی تھیں۔

نبوت ورسالت محمدی کی آفاقیت و عالمگیری، تاقیام قیامت، اس کی درازی وحاکمیت اور اسی پر ختم نبوت کی ابدیت کا واضح اعلان اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی آیات کریمہ میں بار بار، مختلف مرحلوں، گونا گوں اسالیب وعبارات میں پورزور وشور سے کیا ہے۔ یہ حقیقت بہت اہم ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی نبوت ورسالت کی آفاقیت وعالمگیری کا اعلان مکی آیات کریمہ میں شروع سے کیا گیا ہے۔ مکی دورِ نبوی کے اولین مرحلے سے اس کا اعلان واظہار شروع ہوا، دورِ اوسط/متوسط میں جاری رہا اور دورِ آخر میں کامل بن کر چھا گیا۔ اس مکی دور میں نبوت ورسالت محمدی کی عالمگیری اور آفاقیت کا اطلاق اور واقعاتی منظر نامہ بھی شروع ہوگیا۔ جب تمام عرب وعجم نے اسے تسلیم کرنا شروع کیا۔ بلال حبشیؓ اور شاہ حبشہؒ کے ملک وقوم نے اس کی آفاقیت کو تسلیم کرکے حلقہ بگوشی قبول کی تو فارس کے مسلمانوں نے محض مبشرات وعلاماتِ نبی آخر الزمان کے یقین علم کے بعد ترک وطن وقوم کیا اور بالآخر اسے قبول کیا۔ یہ اسود واحمر کا قبول اسلام تھا۔

مکی دورِ رسالت و خاتم النبینی میں مشرق ومغرب اور جنوب وشمال کے عربوں نے بھی حضرت محمد ﷺ کی آفاقی رسالت کی عالمگیری بھی بتایا ہے۔ مدینہ منورہ میں اسلام کی تبلیغ واشاعت اور اوس وخزرج میں اس کی قبولیت اسی مکی دور کا عطیہ وثمرہ ہے جو اسے عالمگیر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت نبوی اور مہاجرت مسلمین کا مرحلہ بلا شبہ ایک تاریخ ساز مرحلہ تھا مگر وہ بہر حال مکی اسلام کی توسیع ہی تھا۔

مدینہ منورہ میں احوال وظروف اور مسائل ومعاملات کی وجہ سے احکام وتعلیمات میں توسیع واضافہ ہوا تھا جس طرح وہ مکی دور میں ہوتا رہا تھا۔

بالکل اسی طرح رسول اکرم ﷺ کی آفاقی، عالمگیر اور تاقیامت باقی رہنے والی اور تمام امکانات نبوت ختم کرنے والی ورسالت بھی مدنی دور میں وسیع وتابندہ تر ہوئی تھی۔ مدنی آیات کریمہ نے صرف مکی آیت مقدسہ کی توسیع وتائید کی تھی۔ کوئی نئی بات نہیں کی تھی۔ مکہ مکرمہ میں رسول اکرم ﷺ کو کافۃ الناس "رسول اللہ الیکم جمیعا" کہا گیا تھا تو مدینہ منورہ میں رسول اللہ اور خاتم النبین قرار دیا ہے۔

بلکہ بعض مکی آیات کریمہ میں نبوت ورسالت محمدی کی عالمگیری جہات "خاتم النبین" کی جہت خاص سے بھی زیادہ اہم اور عظیم ہے۔ ان میں ایک 'رحمۃ للعٰلمین" ہے اور دوسری 'للعٰلمین نذیرا" ہے۔ ان کی اہمیت و

وسعت اور ہمہ گیری کا اطلاق و ادراک ذرا کم کیا گیا ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تمام جہانوں کے لیے رحمت بھی تھے اور سارے عوالم کے لیے نذیر بھی تھے۔ ان دونوں کی اہمیت کا ایک اشاریہ یہ ہے کہ انسانوں کے عالم کے علاوہ جنوں کے عالم نے بھی نبوت و رسالت محمدی کی ہمہ گیری اور عالمگیری قبول کی۔ روایات و احادیث نے تو صرف چھ وفود جن/ جنات کی واقعیت محفوظ رکھی ہے مگر اس سے زیادہ اہم یہ واقعیت ہے کہ حضرت محمد ﷺ انسانوں کے ساتھ ساتھ جنات کے بعد نذیر و رسول اور ان کے لیے رحمت و رافت تھے۔ پھر یہ تو صرف دو عالم، دو جہان/ عوالم ہی ہیں۔ قرآن مجید کی مکی آیات کریمہ تو ان کو سارے جہانوں/ عالمین کے لیے نذیر و رسول اور رحمت قرار دیا ہے۔ ان کی تعداد تو صرف علم الٰہی میں ہے۔

لیکن قرآنی تعبیرات و تمثیلات کی مشابہت کوئی معنی رکھتی ہو تو وہ یہ بتاتی ہے کہ جس طرح اللہ رب العٰلمین ہے، اسی طرح اس کا رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ رحمت للعٰلمین اور نذیر عالمیان ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا ذکر رفیع اور آوازہ بلند تر ہے۔

اور وہ اللہ رب العالمین کے آوازہ اور کلمہ کے ساتھ مقرون ہے۔ یہ وہ عطیہ الٰہی ہے جو کسی اور کو عطا نہیں ہوا۔ لہٰذا وہ آخری بھی ہے۔ اسی رحمت عالمین اور نذیر عالمیان سے ختم نبوت کا اعلان بھی ہوتا ہے۔ رسول آخر الزماں کا اطلاق ہوتا ہے اور ابدیت رسالت کا بھی اظہار کیا جاتا ہے۔ ان سب کا آخری نتیجہ یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت ابدی اور تا قیام قیامت جاری رہے گی اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا کہ اس کا بھی حتمی اعلان ہو چکا ہے اور اگر کوئی دعویٰ کرے تو وہ باطل ہے اور بلا تکلف و تردد وہ جھوٹا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے کیا حکیمانہ بات کہی ہے کہ کسی مدعی نبوت سے دلیل بھی مانگنے کی ضرورت نہیں کہ اس کا کذب ظاہر و باہر ہے۔

☆......☆......☆

حوالہ جات وحواشی

۱- فتح الباری، دارالسلام، ریاض ۱۹۹۷ء، ۶/۶۸۳: امام ابن حبان اور امام حاکم نے موخر الذکر کو حدیث صحیح قرار دیا ہے۔ دوسروں نے تصحیح کی ہے

۲- مجدد الف ثانی، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۲۰۹؛ محمد ہمایوں عباس شمس، حضرت مجدد الف ثانی اور معارف حدیث، تحقیقات لاہور، ۲۰۰۸ء، ص۱۰۳؛ شاہ ولی اللہ، فیوض الحرمین، تفہیمات الٰہیہ، اسلام آباد ۱۹۹۷ء: مختلف تفہیمات؛ ۳- ترجمہ محمد ہمایوں عباس شمس

۴- فیوض الحرمین، اردو ترجمہ: التفہیمات الٰہیہ، اسلام آباد، ۱۹۹۷ء، تفہیم ۲-، ۱/۱۴، و مابعد نیز جلد دوم کے مباحث

۵- قرآن مجید نے ان کے الفاظ کو یوں نقل کیا ہے: ''و مبشرا برسول یاتی من بعد اسمه احمد'': سورۃ الصف ۶-:(اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئیں گے اور جن کا نام احمد ہے۔

۶- مودودی، تفہیم القرآن، ۵/۴۶۱-۴۷۶: حاشیہ: ۸:)لفظ احمد کی تحقیق اور بشارت سے متعلق تمام کتب سابقہ سے بہترین تحقیق کی گئی ہے۔

۷- علامہ سید سلیمان ندوی نے اپنی سیرۃ النبی جلد سوم میں ایک باب ''بشارات'' کے عنوان سے باندھا ہے جس میں مختلف بشارتوں سے بحث کی ہے۔ (ابن اسحاق/ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، دارالفکر العربی، قاہرہ، ۱۹۳۷ء، ۲۲۱_۲۳۱ اور ۲۳۱-۲۳۳، اخبار الکران من العرب ووالاحبار من الیہود الرحبان من النصاریٰ، سیرۃ النبی، مطبع معارف اعظم گڈھ، ۱۹۸۳ء، ۳/۷۷۸_۸۳۰؛ نیز ملاحظہ ہو، ابو الاعلیٰ مودودی، سیرت سرور عالم، ہلی، بار سوم، جلد اول، باب سوم کی فصول: ۳_۴، نیز باب چہارم وپنجم وغیرہ: ۱۳۴_۲۳۸، و مابعد؛ محمد ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰ، دارالکتاب، دیو بند غیر مورخہ، سوم، بشارات انبیاء سابقین بظہور خاتم الانبیاء والمرسلین، ۳/۴۵۳_۵۴۵؛ نیز دیگر کتب۔

۸- ادریس کاندھلوی، ۱/۵۵: یہودی نے کہا اچھا ذرا تحقیق کر کے آؤ، آج شب اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے.....'' بحوالہ فتح الباری، ۶/۴۲۵

۹- ادریس کاندھلوی ۱/۸۸_۹۳، ۱۰۰- و مابعد: نسطورا رہب کا فقرہ بھی نقل کیا ہے: هو هو وهو نبی وهو آخر الانبیاء؛ عبدالرؤف دانا پوری، ۷ نقد روایات کے لیے ملاحظہ ہو، شبلی، ۱/۱۷۸_۱۸۱؛ سلیمان ندوی، ۳/۵۳۷ و مابعد، ۶۱۷_۶۲۴، نے ان تمام روایات کو ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔

۱۰- مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو خاکسار کا مضمون: دوشنبہ، ۱۲ر ربیع الاول، حیات نبوی ﷺ کا انقلاب آفریں مرحلہ۔ ''معارف اعظم گڑھ، اپریل ۲۰۰۶ء، ۲۵۹_۲۷۴

۱۱- بخاری، کتاب المناقب، ۱۸- باب خاتم النبین، حدیث: ۳۵۳۴_۳۵۳۵:

''عن جابر بن عبداللہ ؓ قال: قال النبي ﷺ مثلي و مثل الانبیاء کرجل بنی داراو اکمل و احسنها، الا

موضع لبنة، فجعل الناس يدخلون و يتعجبون و يقولون: لولا موضع البنة ، "عن ابی هريرةؓ ان رسول الله ﷺ قال: ان مثلی و مثل الانبياء و من قبلی كمثل رجل بنی بيتافأحسنه و أجمله، الا موضع لبين فجعل الناس يطوفون به هو يعحجون له و يقولون : هلا و صنعت هذة اللبنة؟ قال: فأنا اللبنة ، و انا خاتم النبين ۔" فتح الباری، ۶/۶۸۳-۶۸۴

۱۲- تفہیم القرآن، ۴/۱۷۲، نیز ۲۰۲-۲۰۳

۱۳- ابن جریر، جلد ۱۹، صفحہ: ۲۸-۳۰، تفسیر کبیر، جلد ۹، صفحہ ا

تفہیم القرآن، سوم، ۴۳۰-۴۳۲، اس آیت کریمہ کا حاشیہ ۴، میں مولانا مرحوم نے سابقہ آیات کریمہ اور احادیث کا ذکر کیا ہے۔

سورۃ الانبیاء کے زمانہ نزول کو بھی مولانا موصوف نے مکے کا دورِ متوسط قرار دیا ہے۔ تفہیم القرآن، سوم، ۱۴۲، صفحہ ۱۸۹، حاشیہ: ۱۰۰، اور ۱۹۲۔

سورۃ اعراف و انعام دونوں کا زمانہ نزول مولانا موصوف نے ایک قرار دیا ہے جو مکی دور کا دورِ آخر ہی ہے۔ لیکن یہ استنباط صحیح نہیں ہے، ان کا سارا زور استدلال حضرت اسماء بنت یزیدؓ (حضرت معاذ بن جبل خزرجی، کی بہن کی عینی روایت پر مبنی ہے۔ دوسری طرف روایات بھی ہیں۔

(تفہیم القرآن، دوم، ۵ اور ۸۶، اول ؛ ۵۲۰: دوسری روایات اور مضامین سورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مکی دور کے وسط کی سورت ہے۔

مولانا مودودی نے حضرت اسماء کو غلطی سے حضرت معاذ خزرجی کی بہن اور انصاری بتادیا ہے۔ وہ کوئی مکی/قریشی خاتون لگتی ہیں: ابن کثیر، تفسیر قاہرہ غیر مورخہ، ۲/۱۲۲ وغیرہ۔

۱۴- مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو خاکسار کی کتاب: ''مکی اسوۂ نبوی'' اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی ۲۰۰۶ء، باب اول و دوم، بالخصوص)

۱۵- بخاری کتاب احادیث الانبیاء، فضائل الصدیق، فضائل عمر الفاروق نیز مسلم کے ابواب کے فضائل: اسد الغابہ اور اصابہ میں صحابہ کرامؓ کے تراجم اور خاکے، بخاری، کتاب الفضائل المناقب ۱/۲۳۳ و مابعد، اسلام سلمان الفارسی، نیز صحیح مسلم، باب فضائل سلمان، ابن اسحاق، ابن ہشام، حدیث، سب اسلام، مسلمان، کتب سیرت، ابن ہشام، ابن سعد وغیرہ، ادریس کاندھلوی، ۱/۱۶۲:۱، الام حضرت طلحہ بحوالہ صابہ، نیز دوسرے صحابہ کا اسلام ۱/۱۶۲ و مابعد۔

۱۶- مولانا نے بحر المحیط، روح المعانی اور ابوسعود کی عربی تعبیرات بھی نقل کی ہیں اور ان سب کا مطلب ہے کہ تمام عرب و عجم کے انسانوں کے رسول تھے۔ ۱/۲۶۷)

۱۷- مولانا مودودی، تفہیم القرآن، ۴/۳۷۰-۳۷۲، حاشیہ، ۴۸؛ ۵/۶۲-۶۳، حاشیہ: ۵۱، ۵/۴۷۷، و مابعد، حاشیہ ۱۳۔

۱۸- سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی، ۳/۸۵۲-۸۶۲، نے خاص ختم نبوت، کے عنوان سے آیات و احادیث وغیرہ کی ایک سند پر ایک

وقیع بحث کی ہے۔

ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن ۴/ ۱۳۸۔۱۶۹، ختم نبوت پر ضمیمہ میں اس آیت کریمہ بالخصوص خاتم النبین کے معانی ومفاہیم واطلاقات پر عمدہ بحث کی ہے۔ دوسرے تمام امور وتحقیقات کے علاوہ سب سے اہم بحث اس نکتہ پر ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی نبوت ورسالت کی عالمگیریت اس امر کی متقاضی ہے کہ قیامت تک کوئی اور نبی نہیں آسکتا ہے اور آپ ﷺ تمام نبیوں کی شریعتوں اوران کے دین کے خاتم اور تکمیل کرنے والے تھے۔ دوسری مسیح موعود سے متعلق بحث بھی اسی کا تتمہ ہے نیز شاہ ولی اللہ کی التفہیمات الٰہیہ، ۲،۲۵۷/۲/ ۱۶۴۔۱۶۵، نیز حضرت شاہ کا نکتہ یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ پر تمام کمالات نبوت انتہاء کو پہنچ گئے تھے۔

۱۹- نیز دیکھیے، بخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النبین، فتح الباری، ۶/ ۶۸۳۔۶۸۴ مسلم، کتاب الفضائل، باب خاتم النبین، ترمذی، ابواب الفضائل، فضائل النبی ﷺ ، سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی ۳/ ۸۵۶، ومابعد، مودودی، تفہیم القرآن، ۴/ ۲۰۳ ومابعد۔

۲۰- تفہیم القرآن، ۴/ ۶۱۸۔۶۱۹، حاشیہ: ۳۳۔۳۴ ومابعد

۲۱- تفہیم القرآن، ۶/ ۱۰۸۔۱۰۹، نیز ۱۱۲ ومابعد

۲۲- ابن جریر، بیہقی دلائل النبوۃ، ابونعیم اصفہانی - دلائل النبوۃ

۲۳- بحوالہ ابن جریری۔ تفہیم القرآن، ۴/ ۶۱۹۔۶۲۰

۲۴- ۱۲؍ربیع الاول پر مقالہ مذکورہ بالا؛ کتب سیرت وحدیث میں تمام نبیوں اور رسولوں بالخصوص حضرت محمد ﷺ کی اپنی نبوت و رسالت پر بلا ریب یقین وایمان کامل وحی قرآنی کے نزول کی شدت پر بحث وحی حدیث اور سورۂ حشر: ۲۱: **لرائیتہ خاشعاً متصدعا من خشیۃ اللہ**؛ بقرۃ: ۱۴۶:...... **یعرفونہ کما یعرفون**۔

۲۵- اس معنی کی تمام احادیث نبوی، مکی احادیث ہیں۔ خواہ ان کی ترسیل مدنی دور میں کی گئی ہو۔ کیونکہ وہ مکی آیات کریمہ میں آفاقیت ونبوت کی حقیقت کی شارح تھیں اور یہ تشریحات نبوی لازی طور سے مکی دور کی تھیں۔ مکی آیات کریمہ اور مکی احادیث شریفہ ان تمام دعوں کی تغلیظ کرتی ہیں جو مدنی دور میں انقلاب احوال کا فسانہ سناتے ہیں۔)

☆......☆......☆